بِسۡمِ

پیغامِ صلح انٹرنیشنل

اپریل 2019ء
رجب/شعبان1440ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ نبی نہیں مجدد صدچہاردہم تھے جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

ارشد علوی

فہرست مضامین

1: کلامِ امام۔(حضرت مسیح موعودؑ)	2
2: ثقافت اسلامیہ کا مقصد—حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی۔۔	5
3: وحی، الہام، کشوف اور رؤیا	6

جلسہ انگلستان

16 اگست بروز جمعہ سے 18 اگست بروز اتوار احمدیہ جماعت یو کے ایک جلسہ منعقد کر رہی ہے۔ مہربانی فرما کر تفصیلات کے لئے شاہد عزیز یا سمیرا احمد سے رابطہ کریں۔

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام واوقات

جمعہ-انگریزی	13:00
ماہانہ اجلاس-انگریزی-ہر ماہ پہلی اتوار	15:00
عیدین-انگریزی	11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین-پنجابی 13:00 سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقاریر اور تبادلہ خیالات- اردو ہر اتوار 09:00

سکائپ آئی ڈی

Lahori-Ahmadi

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

پتہ برائے خط وکتابت

15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ

www.virtualmosque.co.uk

کلامِ امام

حضرت مسیح موعودؑ کی آخری باتوں میں سے چند باتیں

17 مئی 1908ء

انتخاب از اخبار ''الحکم'' 21 تا 28 مئی 1911ء

مجھے اس وقت اس بات کا اظہار ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ہمیں تین قسم کا شکر کرنا چاہیے۔ سب سے مقدم اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہمیں زندگی دی، صحت دی، تندرستی بخشی، امن دیا اور اشاعت دین کے لئے سامان مہیا کر دیئے اور حقیقتاً سچی بات یہ ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہیں تو ہر گز ممکن نہیں کہ اس خدا کی مہربانیوں اور احسانوں کا شمار کر سکیں، اس کے انعامات ہر دو روحانی اور جسمانی رنگ میں محیط ہے اور جیسا کہ وہ سورۃ فاتحہ میں جو کہ سب سے پہلی سورۃ ہے اور تمام قرآن شریف اسی کی شرح اور تفسیر ہے اور وہ پنج وقت نمازوں میں بار بار پڑھی جاتی ہے اس کا نام رب العالمین ہے یعنی ہر حالت اور ہر جگہ پر اسی کی ربوبیت سے انسان زندگی اور ترقی پاتا ہے اگر نظر عمیق سے دیکھا جاوے تو حقیقت میں انسانی زندگی کا بقاء اور آسودگی اور آرام راحت وچین اسی صفت الٰہی سے وابستہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحمانیت کا استعمال نہ کرے اور دنیا سے اپنی رحمانیت کا سایہ اٹھالے تو دنیا تباہ ہو جاوے پھر اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا نام رحمن اور رحیم کہا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمن اور رحیم میں فرق بیان کر دوں تو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا نام جو بغیر کسی عوض یا انسانی عمل محنت اور کوشش سے انسان سے شامل حال ہوتی ہے رحمانیت ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے نظام دنیا بنایا، سورج پیدا کیا، چاند بنایا، ستارے پیدا کیے، ہوا، پانی، اناج بنائے، ہماری طرح طرح کی امراض کے واسطے شفاء بخش دوائیں پیدا کیں

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان
2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیّین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ :۔ ''اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا''، ''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔ ''میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔''
3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔
4. بُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء
5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سُنت کے مُسلّمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
6. ہر ایک شخص جو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔
7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہر گز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ''اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔''

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

غرض اسی طرح کے ہزاروں ہزار انعامات ایسے ہیں کہ بغیر ہمارے کسی عمل یا محنت و کوشش کے اس نے محض اپنے فضل سے پیدا کر دیئے ہیں، اگر انسان ایک عمیق نظر سے دیکھے تو لاکھوں انعامات ایسے پائے گا اور اس کو کوئی انکار کی راہ نہ ملے گی اور ماننا پڑے گا کہ وہ انعامات اور سامان راحت جو ہمارے وجود سے ہی پہلے کے ہیں، بھلا وہ ہمارے کس عمل کا نتیجہ ہیں۔ دیکھو یہ زمین اور یہ آسمان اور ان کی تمام چیزیں اور خود ہماری بناوٹ اور وہ حالت کہ جب ہم ماؤں کے پیٹ میں تھے اور اس وقت کے قویٰ یہ سب ہمارے کس عمل کا نتیجہ ہیں۔ یہ میں ان لوگوں کا یہاں بیان نہیں کرنا چاہتا جو تناسخ کے قائل ہیں مگر ہاں اتنا بیان کئے بغیر رہ بھی نہیں سکتا اللہ تعالیٰ کے ہم پر اتنے لاتعداد انعام اور فضل ہیں کہ ان کو کسی ترازو میں وزن نہیں کر سکتے۔ بھلا کوئی بتا تو دے کہ یہ انعامات کہ چاند بنایا، سورج بنایا، زمین بنائی اور ہماری تمام ضروریات ہماری پیدائش سے بھی پہلے مہیا کر دیں، یہ کُل انعامات کس عمل کے ساتھ وزن کریں گے۔ پس ضروری طور پر ماننا پڑے گا کہ خدا رحمن ہے اور اس کے لاکھوں فضل ایسے بھی ہیں کہ وہ محض اس کی رحمانیت کی وجہ سے ہمارے شامل حال ہیں اور اس کے یہ نعماء ہمارے کسی گزشتہ عمل کا نتیجہ نہیں ہیں اور کہ جو لوگ ان امورات کو اپنے کسی گزشتہ عمل کا نتیجہ خیال کرتے ہیں وہ محض کوتہ اندیشی اور جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، خدا کا فضل اور رحمانیت ہماری روحانی وجسمانی تکمیل کے فرض سے ہے اور کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ میرے اعمال کا نتیجہ ہے، الرحیم انسان کی سچی محنت اور کوشش کا بدلہ دیتا ہے، ایک کسان سچی مخلصانہ محنت و کوشش کرتا ہے اس کے مقابل میں یہ حالت اللہ ہے کہ وہ اس کی محنت و کوشش کو ضائع نہیں کرتا اور بابرگ وبار کرتا ہے، شاذ ونادر حکم عدم کا رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اپنی صفت رب ہے یعنی پرورش کرنے اور رہنمائی کرنے والا، روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے قویٰ اللہ تعالیٰ نے انسان میں رکھے ہیں اگر قویٰ اللہ تعالیٰ ہی نے انسان میں رکھے ہیں، اگر قویٰ ہی نہ رکھے ہوتے تو انسان ترقی ہی کیسے کر سکتا، جسمانی ترقیات کیا اور روحانی ترقیات کیا، انسان کو اللہ کے فضل و کرم اور انعام کے گیت گانے چاہئیں کہ اس نے قویٰ بھی رکھے اور پھر ان میں ترقی کرنے کی طاقت بھی رکھ دی۔

مالک یوم الدین خدا ہے جو جزا و سزا دیتا ہے، ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ چور چوری کرتا ہے، ایک روز نہ پکڑا جاوے گا، دو روز نہ پکڑا جاوے گا اور پھر پکڑا جاوے گا اور زندان میں جائے گا اور اپنے کیے کی سزا بھگتے گا اور یہی حال زانی، شراب خور اور طرح طرح کے فسق وفجور میں بے مقصد زندگی بسر کرنے والوں کا ہے کہ خاص وقت تک خدا کی شان ستاری ان کی پردہ پوشی کرتی ہے، آخر وہ طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دکھوں میں مبتلا ہو کر ان کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور یہ اس اخروی دوزخ کی سزا کا نمونہ ہے، اس طرح جو لوگ سرگرمی سے نیکی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور فرمانبرداری ان کی زندگی کا اعلیٰ فرض ہوتا ہے تو خدا ان کی نیکی کو بھی ضائع نہیں کرتا اور مقررہ وقت پر ان کی نیکی بھی پھل لاتی اور باردار ہو کر دنیا میں ہی ان کے واسطے ایک نمونہ کے طور پر مثالی جنت حاصل کر دیتی ہے، فرض کیجئے یہی بدیوں کا ارتکاب کرنے والے فاسق، فاجر، شراب خور اور زانی ہیں ان کو خدا کا اور روز جزا کا خیال آنا تو درکنار اسی دنیا میں ہی اپنی صحت، تندرستی، عافیت اور اعلیٰ قویٰ کھو بیٹھتے ہیں اور پھر بڑی حسرت مایوسی سے ان کو زندگی کے دن پورے کرنے پڑتے ہیں۔ سل، دق، سکتہ، رعشہ اور اور خطرناک امراض ان کے شامل حال ہو کر مرنے سے پہلے ہی مر رہنے اور آخر کار بے وقت اور قبل از وقت موت کا لقمہ بن جاتے ہیں۔

پس انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کا جو اس نے انسانی تربیت اور تکمیل کے واسطے مہیا کیے ہیں ان کا خیال کر کے اس کا شکریہ ادا کریں اور غور کریں کہ اتنے قویٰ اس کو کس نے عطا کیے ہیں، انسان شکر کرے یا نہ کرے یہ اس کی مرضی ہے

مگر اگر فطرت سلیم رکھتا ہے اور سوچ کر دیکھے گا تو اس کو معلوم ہو گا کہ کیا ظاہری اور کیا باطنی ہر قسم کے قویٰ اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے ہوئے اور اسی کے تصرف میں ہیں، چاہے تو ان کو شکر کی وجہ سے ترقی دے اور چاہے تو ایک ناشکری کی وجہ سے ایک دم میں ضائع کردے، غور کا مقام ہے اگر تمام یہ قویٰ خود انسان کے اپنے تصرف میں ہوں تو کون ہے؟ کہ اس کا مرنے کو جی چاہے، انسان کا دل دنیا کی محبت کی گرمی کی وجہ سے آخرت سے بے فکری و سرد مہری اختیار کرلیتا ہے، غافل انسان ایسا نادان ہے اگر اس کو خدا سے پروانا بھی آجاوے کہ تمہیں بہشت ملے گا، آرام ہو گا اور طرح طرح کے باغ اور نہریں عطا ہوں گی، تمہیں اجازت ہے اور تمہاری اپنی خواہش اور خوشی پر منحصر ہے کہ چاہے ہمارے پاس آجاؤ اور چاہے دنیا ہی میں رہو تو یاد رکھو کہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ وہ اس دنیا کے گزارہ ہی کو پسند کریں گے اور باوجود طرح طرح کی تلخیوں و مشکلات کے اسی دنیا سے محبت کریں گے۔

دیکھو عمر کا بھروسہ نہیں زمانہ بڑا ہی نازک آگیا ہے، آپ لوگ دیکھتے ہوں گے کہ ہر سال کئی دوست اور کئی دشمن، کئی عزیز اور کئی پیارے بھائی اور بہن اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی عزیز سے عزیز اور قریبی سے قریبی رشتہ دار انسان کی مشکلات کا سہارا دینے والا نہیں ہو سکتا مگر باایں ہمہ انسان جس قدر محنت اور کوشش اور مجاہدہ ان کے واسطے اور اپنے دنیاوی امور کے واسطے کرتا ہے وہ بمقابلہ خدا کے بہت ہی بڑھا ہوا ہے، خدا کی عبادت اور فرمانبرداری اور اس کی راہ میں کوشش اور سوز و گداز بہت کچھ نابود ہے، اعتدال نہیں کیا گیا، دنیا حد اعتدال سے باہر ہو چکی ہے، دنیاوی کاروبار میں ترقی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ترقی ہو رہی ہے، مگر بھلا کسی نے ایسی کوشش بھی کی ہے کہ ایک دن اس کی موت کا مقرر ہے اس سے یہ خود اپنے آپ کو یا کوئی دوسرا شخص اس کو باز رکھ سکے یا بچا سکے ہرگز نہیں، بلکہ اگر کوئی موت کے یاد دلانے والا ہو گا تو اس کی بھی پرواہ نہ کریں گے اور ہنسی ٹھٹھے میں ٹال دیں گے، اکثر انسان بہت ہی غلطی پر ہیں، دیکھو یہ نہ سمجھنا کہ ان باتوں سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم تجارت نہ کرو یا کاروبار دنیا کو ترک کر کے بیٹھ جاؤ، عیال واطفال جو تمہارے گلے میں پڑے ہوئے ہیں ان کی خبر گیری نہ کرو یا بیوی بچوں اور بنی و انسان کے بعض حقوق جو تمہاری ذمہ داری میں داخل ہیں ان کی پرواہ نہ کرو، نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کو بجالاؤ اور خدا سے غافل نہ ہو جب تم اپنی دنیا کی آنی و فانی ضروریات میں اس طرح کا انہاک اور استغراق پیدا کرتے ہو تو خدا سے منہ نہ پھیر لینا اور اس کی رضاجوئی اور خوشنودی کے حصول کے واسطے کوشش نہ کرنا اور خدا سے منہ پھیر لینا بھلا کس عقل مندی کا کام ہے، وہ خدا جس نے ابتداء میں پیدا کیا اور درمیانی حالات بھی اس کے قبضہ اور تصرف میں ہیں اور انجام کار بھی اسی کی حکومت اور اسی کے واسطے پڑے گا، اس خدا سے فارغ محض اور غافل ہو جانا اس کا نتیجہ ہرگز خیر نہیں ہو سکے گا۔

وہ خدا جس کے انعامات انسان کے ساتھ ہر حال میں شامل رہتے ہیں اور وہ بے شمار اور بے اندازہ احسانات ہیں اسی کا شکر کرتے رہنا بہت ضروری ہے، شکر اسی کو کہتے ہیں کہ سچے دل سے اقرار کرے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ایسی ہیں کہ بے شمار اور بے اندازہ ہیں۔۔۔۔۔یہ خاص خدا کا فضل ہے کہ اس نے آپ لوگوں کے دلوں میں اس طرف توجہ ڈالی اور آپ لوگ یہاں تکلیف اٹھا کر تشریف لائے، خدا کرے کہ جس طرح ہم جسمانی طور سے مل کر بیٹھے ہیں اور جسمانی ملاقات ہوئی ہے، ایک دن وہ بھی آوے کہ روحانی طور سے بھی ہم مل بیٹھیں، خدا نے انسان کو زبان دی اور ایک دل بخشا ہے پھر اس زبان سے فتح نہیں ہو سکتی، دلوں کو فتح کرنے والا دل ہی ہوتا ہے اور جو قوم صرف زبانی ہی زبانی جمع خرچ کرتی ہے یاد رکھو کہ وہ کبھی فتح یاب نہیں ہو سکتی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نمونہ دیکھو کیا ان کے پاس کوئی ظاہری سامان تھے؟ ہرگز نہیں مگر پھر باایں ہمہ کہ وہ بے سروسامان تھے اور دشمن کثیر اور ہر طرح کے سامان اسے مہیا تھے ان کو خدا نے کیسی کیسی بے نظیر

کامیابیاں عطا کیں، کہیں تاریخ میں ایسی کامیابی کی کوئی نظیر ملتی ہے تلاش کر کے دیکھ لو مگر لا حاصل پس جو شخص خدا کو خوش کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی دنیا ٹھیک ہو جاوے خود پاک دل ہو جاوے، نیک بن جاوے اور اس کے تمام مشکلات حل اور دکھ دور ہو جاویں اور اس کو ہر طرح کی کامیابی اور فتح و نصرت عطا ہو تو اس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بتایا ہے اور وہ یہ ہے قد افلح من زکھا کامیاب ہو گیا، بامراد ہو گیا وہ شخص جس نے نفس کو پاک کر لیا، تزکیہ نفس میں تمام برکات و فیوض کامیابیوں کا راز نہاں ہے، فلاح صرف امور دینی ہی میں نہیں بلکہ دنیا و دین میں کامیابی ہو گی، نفس کی ناپاکی سے بچنے والا انسان کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیا میں ذلیل ہو۔

پیغام صلح۔16 فروری 1944، صفحہ ۸۔

ثقافت اسلامیہ کا مقصد وحدت بشری کا قیام ہے۔

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کی تقریر ایک دعوتِ عصرانہ میں

(نوٹ: یہ مُختصر نوٹ یہ دکھاتا ہے کہ آزادی سے پہلے ہندوستان کے مسلمانوں میں آپس میں وہ باہمی نفرت اور عناد نہیں تھا جو کہ آج نظر آتا ہے۔ افسوس کہ آزادی کے بعد ہم باہمی شیر و شکر ہونے کی بجائے ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ خدا تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے)

مناظرہ دہلی کے دوسرے دن ہمارے دوست جناب پروفیسر شیخ عماد الدین صاحب نے جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کو ایٹ ہوم دیا جس میں بعض مسلم اور غیر مسلم، پروفیسر صاحبان اور دیگر معززین مدعو تھے اور اپنی جماعت کے بھی اصحاب شامل تھے۔

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی نے اس موقع پر ایک نہائیت فاضلانہ تقریر فرمائی آپ نے فرمایا کہ کلچر دو قسم کے ہیں ایک وہ جو تصادم سے اپنا سکّہ جماتا ہے دوسرا وہ جس کا مقصد بجائے تصادم کے اتصال ہوتا ہے، جو شخص یہ کہے کہ صرف اسی کے مذہب میں صداقت ہے۔ وہ غلط کہتا ہے، موجودہ تحقیقات نے بتایا ہے کہ تمام دنیا کی اقوام میں ایسے لوگ آئے جنہوں نے اخلاقی و روحانی بہتری کے لیئے من جانب اللہ تعلیم پیش کی، جاپان، چین، ہندوستان، مصر، ایران، یونان، جرمنی، سکنڈے نیویا وغیرہ کی مذہبی کتب دنیا کے سامنے آچکی ہیں۔ ان سب بانیانِ مذاہب کے دُعاوی باوجود زمانہ زبان اور اقوام کے اختلافات کے ایک ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کسی سازش کا نتیجہ نہیں۔ تمام قوموں میں توحید کا اصول مشترک نظر آتا ہے۔ لیکن ہر قوم نے توحید کو ناقص رنگ میں مانا، مثلاً یہ کہ یہواہ صرف اسرائیل کا خُدا ہے، یہی تصور دیگر اقوام کا ہے، مگر اسلام نے الحمد للہ رب العالمین کہ کر اس تصور کو عالمگیر کر دیا۔ اور سب قوموں میں اتصال پیدا کیا، اس سے وحدت نسلِ انسانی کا تصور نمایاں ہوا، اسلام آیا تا کہ تمام اقوام کے لیئے مقامِ اتصال ثابت ہو۔ یہ بھی ایک خاص امر ہے کہ تمام اقوام کے انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش گوئی کرتے رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب قوموں کے انبیاء کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس لیئے اسلام کے عروج سے مراد اقوام عالم کے اتحاد کا قیام ہے۔ یہ مقصد کسی اور کلچر سے حاصل نہیں ہوتا۔ مولانا نے اپنے بیان کی تائید میں نہائیت واضح دلائیل دیئے۔

جناب پروفیسر عماد الدین صاحب کی طرف سے حاضرین کی تواضع چائے اور شیرینی سے کی گئی، جس کے دوران میں حاضرین نے مختلف امور پر سوالات کیئے جن کا جواب مولانا صاحب نے عالمانہ رنگ میں دیا، اور یہ پُر لُطف مجلس دو گھنٹے تک قائم رہی۔ (نامہ نگار)

وَحی، اِلہام، کشُوف اور رؤیا۔

قرآنِ پاک میں وحی کی اقسام

(1) زمین کو بھی وحی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوۡحٰی لَہَا (الزلزال 99:5) کیونکہ تیرے رب نے اسے (زمین کو) وحی کی۔

(2) آسمان کو وحی ہوتی ہے۔ فرمایا:۔ وَاَوۡحٰی فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَہَا (حٰم 41:12) اور ہر آسمان میں اس کا امر (کام) وحی کیا۔

(3) حیوانات کو وحی ہوتی ہے۔ فرمایا:۔ وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ (النحل 16:68) اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔

(4) عورتوں کو وحی ہوتی ہے۔ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی (القصص 28:7) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی۔

(5) عام مومنوں کو بھی وحی ہوتی ہے۔ وَ اِذۡ اَوۡحَیۡتُ اِلَی الۡحَوَارِیّٖنَ (المائدہ 5:111) اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحیٰ کی۔

نوٹ:۔ یہ پانچوں اقسام غیر انبیاء والی وحی کی ہیں۔ جن میں تین تو غیر انسانی ہیں۔ "وحی نبوّت" کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان سب وحیوں کو اپنی طرف ہی نسبت دی۔ پس کسی ولی کامل کا اپنے الہام کو وحی کا نام دینا۔ یا یہ کہنا کہ اُس کی وحی بھی اسی خدائے بزرگ وبرتر کی وحی ہے جس نے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا آقائے نامدار حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طرف وحی کی، تو اس میں غلط یا غیر اسلامی بات کیا ہے؟ (خاکسار مرتب)

خدائے تعالیٰ نے اپنے عجیب عالم کو تین حصّہ پر تقسیم کر رکھا ہے۔ (1) عالم ظاہر جو آنکھوں اور کانوں اور دیگر حواسِ ظاہر کے ذریعہ اور آلاتِ خارجی توسّل سے محسوس ہو سکتا ہے۔ (2) عالم باطن۔ جو عقل اور قیاس کے ذریعہ سمجھ میں آسکتا ہے۔ (3) عالمِ باطن در باطن۔ جو ایسا نازک اور لایدرک وفوق الخیالات عالم ہے کہ تھوڑے ہیں اس سے خبر رکھتے ہیں۔ وہ عالم غیب محض ہے جس تک پہنچنے کے لئے عقلوں کو طاقت نہیں دی گئی مگر ظنّ محض۔ اور اس عالم پر کشف اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے اطلاع ملتی ہے نہ اور کسی ذریعہ سے اور جیسی عادت اللہ بدیہی طور پر ثابت اور متحقق ہے کہ اس نے دو پہلے عالموں کے دریافت کرنے کے لئے جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ انسان کو طرح طرح کے حواس اور قوتیں عطا کی ہیں۔ اسی طرح اس تیسرے عالم کے دریافت کرنے کیلئے بھی اس فیّاضِ مطلق نے انسان کے لئے ایک ذریعہ رکھا ہے۔ اور وہ ذریعہ وحی اور الہام اور کشف ہے جو کسی زمانہ میں بکلی بند اور موقوف نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس کے شرائط بجالانے والے ہمیشہ اسکو پاتے رہے ہیں اور پاتے رہیں گے۔ چونکہ انسان ترقیات غیر محدودہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ بھی عیبِ بخل و امساک سے بکلی پاک ہے۔ پس اس قوی دلیل سے ایسا خیال بڑا ناپاک خیال ہے جو یہ سمجھا جائے کہ خدائے تعالیٰ نے انسان کے دل میں تینوں عالموں کے اسرار معلوم کرنیکا شوق ڈال کر پھر تیسرے عالم کے وسائل وصول سے بکلی اس کو محروم رکھا۔ پس یہ وہ دلیل ہے جس سے دانشمند لوگ دائمی طور پر الہام اور کشف کی ضرورت کو یقین کر لیتے ہیں۔ اور آریوں کی طرح چار رشیوں پر الہام کو ختم نہیں کرتے۔ جن کی مانند کوئی پانچواں اس کمال تک پہنچنا ان کی نظر عجیب میں ممکن ہی نہیں۔ بلکہ عقلمند لوگ خدا تعالیٰ کے فیاض مطلق ہونے پر ایمان لا کر الہامی دروازوں کو ہمیشہ کھلا سمجھتے ہیں۔ اور کسی ولایت اور ملک سے مخصوص نہیں رکھتے۔ ہاں! اس صراطِ مستقیم سے مخصوص رکھتے ہیں جس پر ٹھیک ٹھیک چلنے سے یہ برکات حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک چیز کے حصول کیلئے یہ لازم پڑا ہوا ہے کہ انہی قواعد اور طریقوں پر عمل کیا جائے۔ جن کی پابندی سے وہ چیز مل سکتی ہے۔ غرض عقلمند لوگ عالمِ کشف کے عجائبات سے انکار نہیں کرتے۔ بلکہ انہیں ماننا پڑتا ہے کہ جس جوّادِ مطلق نے عالم اوّل کے ادنیٰ ادنیٰ امور دریافت کرنے کیلئے انسان کو حواس اور طاقتیں عنایت کی ہیں۔ وہ تیسرے عالم کے معظم اور عالیشان امور کے دریافت سے حقیقی اور کامل تعلق خدا تعالیٰ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سچّی اور یقینی معرفت حاصل ہو کر اسی دنیا میں انوارِ نجات نمایاں ہو جاتے ہیں، کیونکر انسان کو محروم رکھتا۔ بے شک یہ طریق بھی دوسرے دونوں

طریقوں کی طرح کھلا ہوا ہے۔ اور صادق لوگ بڑے زور سے اس پر قدم مارتے ہیں اور اسی کو پاتے ہیں۔ اور اس کے ثمرات حاصل کرتے ہیں۔

عالمِ ثالث کے عجائبات

عجائبات اس عالم ثالث کے بے انتہا ہیں۔ اور اس کے مقابل پر دوسرے عالم ایسے ہیں جیسے آفتاب کے مقابل پر ایک دانۂ خشخاش۔ اس بات پر زور لگانا کہ اس عالم کے اسرار عقلی طاقت سے بکلی منکشف ہو جائیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک انسان آنکھوں کو بند کر کے مثلاً اس بات پر زور لگائے کہ وہ قابل رؤیت چیزوں کو قوّتِ شامّہ کے ذریعہ سے دیکھ لے۔

بلکہ عجائبات عالم باطن درباطن سے عقل ایسی حیران لے کہ کچھ دَم نہیں مار سکتی۔ کہ یہ کیا بھید ہے۔ روحوں کی پیدائش پر انسان کیوں تعجب کرے۔ اسی دُنیا میں صاحب کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ انکی کُنہ کو سمجھنے میں بکلی عقل عاجز رہ جاتی ہے۔

مشاہداتِ باطنی

بعض اوقات صاحب کشف صدہا کوسوں کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بے شمار حجابوں کے ایک چیز کو صاف صاف دیکھ لیتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات عین بیداری میں باذنہٖ تعالیٰ اس کی آواز بھی سُن لیتا ہے، جسکی صورت اس پر منکشف ہوتی ہے۔ بعض اوقات صاحبِ کشف عالمِ کشف میں جو بیداری سے نہایت مشابہ ہے ارواحِ گذشتہ سے ملاقات کرتا ہے اور عام طور پر ملاقات ہر ایک نیک بخت رُوح یا بدبخت رُوح کے کشفِ قبور کے طور پر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ خود اس میں مؤلّف رسالہ ہذاؔ صاحب تجربہ ہے۔ اور یہ امر ہندوؤں کے مسئلہ تناسخ کی بیخ کنی کرنے والا اوقات صاحبِ کشف اپنی توجہ اور قوّتِ تاثیر سے ایک دوسرے شخص پر باوجود صدہا کوس کے فاصلہ کے باذنہٖ تعالیٰ عالمِ بیداری میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس کا وجود عنصری اپنے مقام سے جنبش نہیں کرتا۔ اور عقل کے زور سے ایک چیز کا دو جگہ ہونا محال ہے۔ سو وہ محال عالم ثالث میں ممکن الوقوع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صدہا عجائبات کو عارف بچشمِ خود دیکھتا ہے اور اُن کے انکار سے تعجب پر تعجب کرتا ہے۔ جو اس عالمِ ثالث کے عجائبات سے قطعاً منکر ہیں۔ راقم رسالہ ہذا (یعنی حضرت اقدس مرزا صاحبؑ مراد ہیں) نے اس عالم ثالث کے عجائبات اور نادر مکاشفات کو قریب پانچ ہزار کے بچشم خود دیکھا۔ اور اپنے ذاتی تجربہ سے مشاہدہ کیا۔ اور اپنے نفس پر اسے وارد ہوتے پایا ہے۔۔۔۔ صاحب فتوحاتؔ و فصوصؔ و دیگر متصوّفین نے اس بارے میں بہت سے اپنے خود گذشتہ قصّے اپنی تالیفات میں لکھے ہیں۔ (خزائن معارف اسلامیہ جلد اوّل ص 569و570۔ حاشیہ)

مرتبہ وحی ولایت

ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الٰہی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی۔ کیا خالص نور کیساتھ ظلمت رہ سکتی ہے؟ پھر جس حالت میں موسیٰؑ کی ماں کو بھی یقینی الہامؔ ہوا جس پر پورا یقین رکھ کر اس نے اپنے بچّہ کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بجُرم اقدامِ قتل مجرم نہ ہوئیں۔ تو کیا یہ اُمّت اسرائیل کے خاندان کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہے؟ پھر اسی طرح مریمؑ کو بھی یقینی الہام ہوا۔ جس پر بھروسہ کر کے اُس نے قوم کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ تو حیف ہے اس مخذول اُمّت پر جو ان عورتوں سے بھی کم تر ہے۔ پس اس صورت میں یہ خیر الامّت کاہے کو ہوئی۔ بلکہ شرّ الامم اور اجہل الامم ہوئی۔ اسی طرح خضرؔ جو نبی نہیں تھا۔ اس کو علمِ لدنّی دیا گیا۔ تو کیا اگر اس کا الہام ظنّی تھا، یقینی نہیں تھا۔ تو کیوں اُس نے ناحق ایک بچّہ کو قتل کر دیا؟

اور اگر صحابہؓ کا یہ الہامؔ کہ نبی ﷺ کو غسل دینا چاہئے۔ یقینی اور قطعی نہ تھا۔ تو انہوں نے اس پر عمل کیا؟

پس اگر ایک شخص اپنی نابینائی سے میری وحی (الہام) سے منکر ہے۔ تاہم اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے اور پوشیدہ دہریہ نہیں تو اس کے ایمان میں یہ بات داخل ہونی چاہئے کہ یقینی اور قطعی مکالمہ الٰہیّہ ہو سکتا ہے۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کی وحی یقینی پہلی اُمّتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے اس اُمّت میں بھی اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے تا یہ اُمّت بجائے افضل الامم ہونے نے احقرالامم نہ ٹھہرے۔
(ماہنامہ۔ ریویو آف ریلیجنز (قادیان)۔ بابت اکتوبر 1902ء۔ ص 793)

رحمانی اور شیطانی الہام

سچی آواز سُننے کیلئے متقی ہونا چاہئے۔ میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو ہر آواز کو جو اُنہیں آجاوے الہامؔ ہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ

اضغاث احلام بھی ہوتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو آوازیں انہیں سُنائی دیتی ہیں وہ بناوٹی ہیں۔ نہیں! ان کو آوازیں آتی ہوں گی۔ مگر ہر آواز کو خدا تعالیٰ کی آواز قرار نہیں دے سکتے۔ جب تک اس کے ساتھ وہ انوار اور برکات نہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کیساتھ ہوتے ہیں۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اس الہام کا دعویٰ کرنیوالوں کو اپنے الہاموں کو اس کسوٹی پر پرکھنا چاہئے۔ اور اس بات کو بھی اُنہیں فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ بعض آوازیں نری شیطانی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان آوازوں پر ہی فریفتہ ہو جانا دانشمند انسان کا کام نہیں۔ بلکہ جب تک اندرونی نجاست اور گند دور نہ ہو اور تقویٰ کی اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل نہ ہو اور اس درجہ اور مقام پر انسان نہ پہنچ جائے۔ یعنی دُنیا ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی حقیر اور ذلیل نظر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر قول و فعل میں مقصود ہو۔ اس مقام پر قدم نہیں پڑتا ہے جہاں پہنچ کر انسان اپنے اللہ کی آواز کو سُنتا ہے۔ اور وہ آواز حقیقت میں اُسی کی ہوتی ہے۔ کیونکہ اسوقت وہ تمام نجاستوں وے پاک ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور ایسے مقام پر کھڑا ہے جو نجاست وے بالکل الگ ہے۔ اور وہی پاک آوازیں سُنتا ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاء علیہم السّلام نے سُنیں۔ اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے جن کو سُنا تھا۔ (ملفوظات۔ جلد ۳۔ ص 239 تا240)

صداقت الہام کی کسوٹی

اور میں تو اپنے الہاموں کہ جب تک کتاب اللہ پر عرض نہیں کرلیتا، میں ان کہ سچّا نہیں سمجھتا۔ اور میں جانتا ہوں کہ جب کبھی الہام قرآن کریم کے مخالف ہو، تو وہ جھوٹ اور الحاد اور زندقہ ہے۔ اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر نبوّت کا ادّعا کروں۔ اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے اپنے الہاموں سے کوئی ایسا الہام نہیں پایا جو کتاب اللہ پایا۔ (حمامۃ البشریٰ۔ ص79 عربی سے ترجمہ۔1903ء ایڈیشن)

سچّے ملہموں کا الہام اس (قرآن) کے خلاف نہیں ہو سکتا اور جو کچھ مجھے قرآن کی مشکلات کا فہم دیا گیا، یا اللہ رحمٰن سے الہام کیا گیا، میں نے اس کو صحت اور صواب کی شرط پر قبول کیا ہے۔ اور یہ مجھ پر کھولا گیا ہے کہ وہ صحیح خالص ہے، شریعت کے موافق ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اور نہ کوئی ملاوٹ ہے۔ اور نہ شک و شبہ ہے۔ اور

بفرض محال

اگر معاملہ اس کے خلاف ہو تو ہم اس سب کو (یعنی الہامات کو) اپنے ہاتھوں سے ردّی چیز کی طرح اور کھانسی کے مادّہ کی طرح پھینک دیں گے۔ (آئینہ کمالات اسلام۔1893ء۔ ص21 (عربی سے ترجمہ)

الہام کیسے اُترتا ہے؟

خدا کا الہام جو معارفِ رُوحانیہ اور علوم غیبیہ کا ذخیرہ ہے، دل پر ہی نازل ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک ایسی آواز سے دل کا سر چشمی علوم ہونا کھل جاتا ہے کہ وہ آواز دل پر اس طور وے بشدّت پڑتی ہے کہ جیسے ایک ڈول زور کیساتھ ایک ایسے کنویں میں پھینکا جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے۔ تب وہ دل کا پانی جوش مار کر ایک غنچہ کی شکل میں سربستہ اوپر کو آتا ہے اور دماغ کے قریب ہو کر پھول کی طرح کھل جاتا ہے۔ اور اس میں سے ایک کلام پیدا ہوتا ہے وہی خدا کا کلام ہوتا ہے۔ پس ان تجارب صحیح ہی روحانیہ سے ثابت ہے کہ دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلّق نہیں۔ ہاں اگر دماغ صحیح واقعہ ہو اور اس میں کوئی آفت نہ ہو تو دل کے علوم مخفیہ سے مستفیض ہوتا ہے اور دماغ چونکہ منیت اعصاب ہے۔ اس لئے وہ ایسی کل کی طرح ہے جو پانی کو کنویں سے کھینچ سکتی ہے اور دل وہ کنواں ہے جو علوم مخفیہ کا سرچشمہ ہے۔ یہ وہ راز ہے جو اہل حق نے ماشفاتِ صیحہ کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے۔ جس میں میں خود صاحب تجربہ ہوں۔ (چشمہ معرفت۔ ص 270 تا271۔ 1908ء)

وحی کی مثال اگر دنیا کی چیزوں میں سے کسی کے ساتھ دی جائے تو شاید کسی قدر برقی تار سے مشابہ ہے۔ جو اپنے ہر ایک تغیر کی آپ خبر دیتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کیوقت جو برنگ وحیئ ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے۔ ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ یہ تصرّف۔۔۔۔ مجھکو اپنے انوار میں ایسا دبا لیتا ہے۔۔۔۔۔ کہ میری کوئی قوّت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس تصرّف میں کھلا اور روشن کلام سنتا ہوں۔ بعض وقت ملائکہ کو دیکھتا ہوں۔۔۔۔ (برکات الدعا۔ 1893ء۔ ص26)